

کاروان زندگی از سید ابوالحسن علی ندوی کا تعارفی مطالعہ

An Introductory Study of Kārwan-e-Zindagi by Syed Abul Hasan Ali Nadwi

*Mahfooz Ur Rehman

M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,

Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.

Email: zahidzaheeriqbal@gmail.com

Abstract

Throughout history, scholars have emerged in the subcontinent to revitalize the Muslim Ummah and confront non-Muslim adversaries. Among these luminaries, Syed Abul Hasan Ali Nadwi, stands as a paramount figure who dedicated himself to both academic scholarship and practical reform. His works and research are unequivocally regarded as seminal resources for both intellectual and pragmatic advancement. Of particular significance in his corpus is "Kārwan-e-Zindagi" a pivotal work encapsulating the essence of Qur'anic thought. This article delves into Syed Abul Hasan Ali Nadwi's autobiography exploring his exegetical insights and expounding on his sermons from "Kārwan-e-Zindagi" that address a myriad of topics.

Keywords: Kārwan-e-Zindagi, Syed Abul Hasan Ali Nadwi, Autobiography, Qur'anic Thought, Exegetical Work.

تعارف موضوع

برصغیر میں امت مسلمہ کی اصلاح اور غیر مسلم قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر دور میں علماء میدان میں آتے رہے، جن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں، جنہوں نے علمی و عملی ہر دو سطح پر اصلاح کے لیے کام کیا، آپ کی کتب و تحقیقات بلاشبہ علمی اور عملی اصلاح کا بہترین ماخذ سمجھی جاتی ہیں، برصغیر میں موصوف کی فکر کو ایک علمی تحریک کے طور پر لیا جاتا ہے اور ہر دور میں اس سے رہنمائی لے کر ملکی اور سماجی زندگی کے بڑے مسائل کے حل میں مدد ملی جاتی ہے، انکی تحریرات میں "کاروان زندگی" خاص مقام و مرتبہ کی حامل ہے، جس کا بنیادی نکتہ "قرآنی فکر" ہے، مقالہ ہذا میں سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خود نوشت سوانح حیات "کاروان زندگی" میں ان کے مختلف الموضوع خطبات میں ان کی تفسیری فکر کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خطبات کا مقصد دین اسلام کے مختلف موضوعات اور پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے، خطبات کے موضوعات میں ان کے تفسیری نکات، قرآن فہمی اور تفسیری فکر موجود ہوتی ہے جس کی طرف عام قاری کی توجہ نہیں جاتی، اس لحاظ سے ان کی تفسیری مباحث کو جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ معتدل مزاج، خطیب، داعی اور مبلغ تھے، امت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل اور عصر حاضر کے مسائل کا حل اپنے خطبات میں جا بجا کر کیا ہے، اس طرح آیات کریمہ کے شان نزول کی روشنی میں زمانہ کے حالات کا جائزہ لینے اور ان کا حل پیش کرنے کی کوشش ان کے خطبات میں ملتی ہے، علوم اسلامیہ کے کسی بھی طالب علم کے لیے سید ابوالحسن علی ندویؒ کی انوکھی تفسیری کاوش انتہائی دلچسپی کا باعث ہے۔

”کاروان زندگی“ کا تعارفی مطالعہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد یہ عام تاثر پایا گیا کہ ملت اسلامیہ ایک عظیم جرات مند، بے باک اور دینی غیرت و حمیت سے سرشار مخلص اور حق گو داعی سے محروم ہو گئی ہے۔ بالخصوص ہندوستان کی ملت اسلامیہ یتیم ہو کر رہ گئی ہے، مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک طرف اخلاص کی دولت سے مالا مال ملی تڑپ ان کے سینہ میں موجزن علم و مطالعہ سے ان کی زندگی عبارت سلوک و تزکیہ میں کندن بنی شخصیت و وسیع النظر اور بیش بہا قیمتی تجربات کا سرمایہ ان کے پاس تھا، دینی غیرت و حمیت آپ کا سرمایہ افتخار تھی، خم ٹھونک کر حق کا اظہار آپ کا طرہ امتیاز تھا، مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کی پوری زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ مذہبی مفاد دین کی بالادستی ملی مفاد اور حق گوئی کو اپنا شعار بنایا۔ جامعیت کے ساتھ خافہ و مدرسہ ملی مسائل و عصری جامعات اور علمی و تصنیفی میدان کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کی جولان گاہ بنایا، ان کی زندگی زندہ دلی کا سحر انگیز نتیجہ تھی، اب وہ زندہ دلی ہی نظر نہیں آتی، تو مولانا جیسا بلند کردار اور ان کے جیسا جرات گفتار ملی مسائل پر تڑپ جانے اور تڑپا دینے کا وصف اور وسیع القلبی اور وسیع النظری کہاں نظر آئے، اس دور میں جبکہ زندہ دلی مفقود ہوئی جاتی ہے ہر تحریک و عمل مفاد سے وابستہ ہوا جاتا ہے جاہ و منصب کی طلب اور مادیت پسندی سے کوئی خالی نظر نہیں آتا، حق گوئی اور بے باکی اور جرات مندانہ تنقید برائے اصلاح سے بھی اعراض کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مولانا کی زندگی کے ان تابناک پہلوؤں کو ”کاروان زندگی“ کی روشنی میں پیش کیا جائے کاروان زندگی میں مصنف مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ کے تمام افکار و خیالات اور احساسات کا ظہور ہو جاتا ہے۔ خود نوشت سوانح حیات ”کاروان زندگی“ کے متعلق مصنف مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کرتے ہیں:

”اس تصنیف کا محرک یہ خیال بھی تھا کہ اپنے فکری شعور، ذہنی ارتقاء، تحریر و تصنیف کی تاریخ اور اپنے زمانہ کے اہم واقعات و حوادث اور دعوتوں اور تحریکوں کا ذکر کرنے کے سلسلہ میں اپنے ان خیالات و افکار، مشاہدات و تاثرات اور دعوت و تحریک کو اجمالاً و اختصاراً پیش کرنے کا بھی موقع ملے گا جو کثیر التعداد مضامین اور ان کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں جن کی تعداد اب پچاس سے اوپر ہو چکی ہے اور جن پر بیک وقت ہر صاحب ذوق کی نظر پڑنی مشکل ہے“

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ”کاروان زندگی“ مولانا کی خود نوشت سوانح حیات ہے، جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات، ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث، تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل ہے، اس میں بیسویں صدی کی تاریخ اور ایک داعی و معلم، مربی و مصنف، مفکر و مصلح کی ہمہ جہت زندگی کا نچوڑ ہے۔ یہ کتاب کل سات حصوں پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

حصہ اول: ”کاروان زندگی“ کا حصہ اول 1915ء سے 1965ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ اٹھارہ

ابواب اور 518 صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

خاندان، وطن، ماحول، بچپن، عہد طفلی کے چند نقوش و تاثرات، بچپن کے بعض اہم واقعات، لکھنؤ کا قیام، کتابی دنیا، تحریک خلافت، والد صاحب کی وفات، گھر کی تعلیم و تربیت، شیخ خلیل عرب کے یہاں عربی تعلیم کا آغاز، اردو زبان و ادب کا مطالعہ، لاہور کا تاریخی سفر، علامہ تقی الدین السبکی کی آمد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں، براد معظم کی علمی و ذہنی رہنمائی، انگریزی تعلیم کا انہماک اور اس سے علیحدگی، لاہور اور دیوبند میں قیام، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے باضابطہ تعلق اور تعلیم و تدریس کے دس سال،

”سیرت سید احمد شہیدؒ“ کی تصنیف کا آغاز، حضرت تھانوی کی مجالس، بعض اہم سفر و واقعات، کلام اقبال سے دلچسپی، ندوۃ العلماء کی طرف سے ترتیب نصاب کی کوشش کا آغاز، عربی زبان و ادب اور قواعد کی نئی کتابیں، مدارس کی چہار دیواری سے وسیع مطالعہ اور فکر و عمل کے میدان میں، عربی میں دعوتی لٹریچر کی تیاری کا سلسلہ، حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت سے ربط و تعلق، تبلیغی مشغولیت اور سرگرمی، حضرت مولانا الیاسؒ کی وفات اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نیابت و خلافت، حج کے دو سفر، سفر مصر اور مشرق وسطیٰ کا دورہ، چند سفر اور کچھ نئی تصنیفات، دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر خطبات کا سلسلہ اور سفر شام و لبنان اور ترکی، ہندوستان میں قیام، رنگون اور کویت کے سفر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں قیام اور حجاز مقدس کا تیسرا سفر اور ”ندائے ملت“ کا اجراء، چند اہم حوادث اور یورپ کا پہلا سفر۔

حصہ دوم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ دوم ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۳ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ پندرہ ابواب اور ۴۲۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

بعض اہم تصنیفی و تحقیقی کام، چند اہم واقعات و حوادث، قومیت عربیہ اور اشتراکیت کے علمبردار صدر ناصر کی مخالفت، ہندوستان کے ملی و ملکی مسائل سے دلچسپی اور میدانِ جد و جہد، تحریکِ پیامِ انسانیت اور اس کے محرکات و مقاصد، پاکستان و ہندوستان کی جنگ، مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام، مشرق وسطیٰ کے چھ مسلم ممالک کا دورہ اور خلیج عربی کے سفر، ندوۃ العلماء کا ۸۵ سالہ جشنِ تعلیمی، ایمر جنسی کے زمانہ میں شریعتی اندر اگانہ جی سے ملاقات اور بعض اہم واقعات، مغرب اقصیٰ اور نئی دنیا (امریکہ) کا سفر، پاکستان کے سفر اور دو اہم حادثے، سعودی سربراہی مملکت اور ذمہ داروں کے نام ایک اہم تحریری یادداشت، قطر کی سیرت کانفرنس اور فیصل ایوارڈ کا حصول، دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس، مذاکرہ ادبیات اسلامی، ایک علمی اعزاز، دارالمصنفین اور الجزائر کے سیمینار، سری لنکا کا سفر، آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سنٹر کا افتتاح اور مقالہ ”اسلام و مغرب“۔ جلد دوم میں سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زندگی کے آخری پانچ ماہ کے حالات و واقعات کا ذکر ہے جن کو حضرت کے خواہر زادہ اور جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ نے تحریر کر کے سوانحِ حیات ”کاروان زندگی“ میں شامل کر دیے۔

حصہ سوم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ سوم ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ تیرہ ابواب اور ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

عمان، حجاز، یمن کا سفر اور یمن کے مشاہدات و تاثرات، بنگلہ دیش اور پاکستان کا سفر، ہندو اجماعیت کی ہندگیر تحریک اور پیامِ انسانیت کا ایک دورہ، مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی مہم اور اسلامی عائلی قانون میں عدالت کی مداخلت اور اس کا مقابلہ، استنبول میں رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ اور کراچی کا چند روزہ قیام، انگلستان، الجزائر اور حجاز کے سفر، آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر کے سیمینار میں شرکت، دہلی، ناگ پور اور پونہ کے ڈائلاگ، رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس، ملائیشیا کا سفر اور مسلم تنظیموں میں خطاب، آیت اللہ خمینی صاحب کی مخالفت، فرقہ انشا عشریہ کے بعض مشہور اور مسلم عقائد پر تنقید اور ”دو متضاد تصویریں“ کی تعلیم، میرٹھ کا ہولناک فساد، اندرون و بیرون ملک کے چند سفر، حجاز کا سفر، رابطہ کے معتمر اسلامی عام سوم میں شرکت، دو سیمینار اور ایک عظیم حادثہ۔

حصہ چہارم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ چہارم ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۰ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اہم واقعات و حالات، تحریکات و سرگرمیاں، ملت اسلامی ہندی کے وجود اور اس کے ملی

تشخص کی بقاء و تحفظ کے لیے پیدا ہونے والے خطرات اور ان کے مقابلے کے لیے دینی جماعتوں اور باجمیت اہل فکر کی کوشش کی روداد، ان کے دلوں کی دھڑکنوں اور دماغوں کی خلیشوں کی تصویریں بیرونی ممالک کے سفروں اور علمی و ادبی مجالس کی شرکت کی روداد اور بابری مسجد کے قضیہ کے نتیجہ میں ہولناک فرقہ وارانہ فساد کی جھلکیاں اس اہم تاریخی دور کا ایسا واقعاتی و تحلیلی جائزہ ہے جس سے اس دور کے ہندوستان کا کوئی مؤرخ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

حصہ پنجم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ پنجم 1990ء سے 1993ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ 358 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ہندوستان، ازبکستان، روس کے اہم واقعات و حالات اور مختلف قومی و بین الاقوامی تحریکات و سرگرمیاں، خلیجی و ملت اسلامی ہندی کے وجود اور اس کے ملی تشخص کی بقاء و تحفظ کے لیے پیدا ہونے والے خطرات اور ان کے مقابلے کے لیے دینی جماعتوں اور باجمیت اہل فکر کی کوشش کی روداد، بیرونی ممالک کے سفروں اور علمی و ادبی مجالس کی شرکت کی روداد کا واقعاتی بیانیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ ششم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ ششم 1994ء سے 1996ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ 380 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اہم واقعات و حالات پر تاثرات اور ان سے اخذ کردہ نتائج ایک داعی دین اور ملل ادیان کی تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے مخلصانہ مشورے اور تبصرے اندرون اور بیرون ملک کے طویل سفر خاندان اور ملت کی اہم شخصیات کا انتقال، علمی و دینی و اصلاحی کانفرنسز اور سیمیناروں میں شرکت کی روداد ایک تاریخی مرقع کے علاوہ دعوت و فکر و عمل بھی ہے۔

حصہ ہفتم: ”کاروان زندگی“ کا حصہ ہفتم 1997ء سے 1999ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، یہ حصہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، جلد اول 312 صفحات اور جلد دوم 116 صفحات پر مشتمل ہے، جلد اول میں ملکی و بین الاقوامی حوادث، اہم دعوتی علمی و ادبی اور تعلیمی و اصلاحی کانفرنسز اور سیمیناروں کی روداد، ملت کی اہم شخصیات کا انتقال، مصنف کی زندگی کے بعض پر شور ہنگامہ خیز مراحل اس کے خلاف حریفانہ و جارحانہ مہم بعض بین الاقوامی ایوارڈ کی پیش کش، اپنے ماحول و عہد کے بہت سے حقائق و تغیرات و احساسات اور بدلتے ہوئے ماحول کی تصویر کشی، دین کے داعیوں اور ادیان و ملل کے طالب علموں کے لیے چشم کشا کتاب ایک تاریخی و ستاویز ادبی مرقع دعوت و فکر و عمل ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا منہج تفسیر

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایک عظیم داعی، مبلغ اور مفسر ہیں انہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کو خدمت قرآن میں لگا دیا اور اس کے ذریعے قرآن کا پیغام اور اس کا اعجاز آشکارا کرنے اور اس کے دقائق و نکات سے پردہ اٹھانے میں زندگی کی آخری شام تک مصروف رہے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی کسی بھی موضوع پر کوئی بھی تحریر ہو قرآنی آیات سے مرصع اور مزین ہوتی ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی خدمت قرآن کے متعدد پہلو ہیں وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں جس طرح آیات سے استدلال کرتے ہیں قرآنی اسالیب کی وضاحت کرتے ہیں قرآنی بیانات کا اعجاز آشکارا کرتے ہیں ان کی تشریح و تفسیر میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے قرآن سے امت کے لیے اجتماعی پیغام اور اجتماعی مسائل کا حل تلاش کیا ہے تاکہ امت کی اجتماعیت کو اسی طرز پر بحال کیا جائے جس طرز پر قرن اول میں تھی۔

قرآنی آیات سے امت کے لیے اجتماعی پیغام:

1- حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت وفات اپنے بیٹے پوتے اور نواسوں کو جمع کیا اور ان سے ایک سوال کیا کہ ”ما

تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي“ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ اس واقعے سے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نسل نو کی طرف جن چیزوں کو منتقل کیا جاتا ہے ان میں سب سے اہم عقیدہ و عمل اور خالص توحید ہے اسی لیے ضروری ہے کہ ہر صاحب ایمان اپنی موت کے قریبی وقت میں اپنی اولاد کو ایمان و یقین کی وصیت کرے کیونکہ یہ سب سے اہم قیمتی اور لازوال اثاثہ ہے۔

2- سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو سمندر پار کر کے لیے جا رہے تھے تو ان کی قوم نے ایک جگہ میلہ لگا ہوا دیکھا تو معلوم کرنے پر یہ بات واضح ہوئی کہ اس میلہ میں کچھ بت رکھے ہوئے ہیں جن کی عبادت ہو رہی ہے اس منظر کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بھی مجسم اور چشم دید معبود کا انتظام کیا جائے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس پر جلال آیا تو فرمانے لگے کہ تم حقیقتاً جاہل ہو جس شغل میں یہ قوم مست ہے وہ سب بے ہودہ ہے۔ اس واقعے سے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کسی معاشرہ کے لیے دو چیزیں انتہائی خطرناک ہیں ایک فکری انتشار اور دوسرے معاشرہ میں دولت پیدا کرنے کی ریس اور اس کے مظاہر کی نمائش یعنی کسی معاشرے کی تباہی میں فکری انتشار کو بڑا دخل ہے جب کوئی قوم اعتقادی طور پر منتشر ہو اور دولت پیدا کرنے کی ریس اور اس کے مظاہر کی نمائش ایک ایسا عمل ہے جس سے حلال و حرام جائز و ناجائز کی تمیز اور احساس ختم ہو جاتا ہے ان دو اہم وجوہات کی بنا پر معاشرہ تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد کو ایک عقیدہ کے ساتھ جوڑا جائے۔ نیز یہ کہ معاشرے کے افراد کو دولت کی فراوانی اور اس کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے۔

هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے مغرب کی تباہی کی اصل وجہ سے امت کو خبردار کیا کہ آج یورپ اور امریکہ کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اور وہ اس دنیا کی فکری قیادت بھی کر رہے ہیں اور علمی و سائنسی اور انتظامی قیادت بھی کر رہے ہیں لیکن انہوں نے علم کا رشتہ اسم الہی سے توڑ دیا ہے لہذا ترقی یافتہ دنیا کے سائنسیک ادارے، ٹیکنالوجی کے ادارے، ایجوکیشن کے ادارے انجینئرنگ کے ادارے بلکہ پولیٹیکل ادارے اور طاقتیں بھی اسم الہی کے ساتھ وابستہ ہوں یہ بہت ضروری ہے۔ یعنی دنیا کی تمام ترقی خاکیں جب تک کہ وہ ترقی اسم الہی کے رشتے سے منسلک نہ ہوں جب ترقی یافتہ دنیا کے تمام تر ادارے اسم الہی سے وابستہ ہوں گے تو مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔

هَذَا بَلَدُ الْإِنْسَانِ وَ لِيُنذَرُوا بِهِ وَ لِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَ لِيَذْكُرُوا أُولَئِذَا الْأَنْبَاءُ

اس آیت کی روشنی میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بلاغ اور تبلیغ کی اہمیت اور اس کے مفید و مضر اثرات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ابلاغ و تبلیغ اور اطلاع و تاثیر کو صحیح محل اور صحیح مقصد کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دی پھر بلاغ و تبلیغ کے غلط مقاصد اور غلط محل پر استعمال کرنے کے گمراہ کن، فساد انگیز اور خطرناک مقاصد کے متعلق آگاہی دی تاکہ متوازی، صحیح مقاصد اور نظام ابلاغ و اطلاع کے ادارے اسلامی ممالک میں قائم ہوں۔

أَوْ كَالَّذِينَ مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ۖ قَالَ اتَّبِعْنِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةً عَامًا ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةً عَامًا فَأَنْظِرْ إِلَى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَسْتَنْهَ ۖ وَ أَنْظِرْ إِلَى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَ أَنْظِرْ إِلَى الْعُظَامِ كَيْفَ نُنشِئُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا

لَحْمًا - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ - قَالَ أَخْلَمْتُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں میں قرآن کا طالب علم ہوں اور اس کے معنی اور اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں میرے خیال میں اس واقعہ کی طرف گہرا اشارہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین و پیغام کو بھی کبھی کبھی سو سال تک مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ حیات و تازگی دے سکتا ہے لہذا قرن اول میں جن علاقوں میں اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا تھا ان علاقوں میں اسلام کی بیداری کی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِطُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے عالم اسلام کو مرکز اسلام یعنی بیت اللہ میں پیدا ہونے والے خطرات اور سازشوں سے آگاہ فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اس آیت میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ مرکز اسلام یعنی بیت اللہ میں الحاد کی وباء پھیل سکتی ہے جس سے بچنے کی اور روکنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

إِذَا بَلَغَتِ النَّازِحَةُ وَ قَتِلَ مَنْ زَاوَى

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے عالم اسلام کی موجودہ حالت کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس وقت عالم اسلام عموماً اور جزیرۃ العرب اور بلاد مقدسہ خصوصاً ایسے سنگین اور فیصلہ کن مرحلہ سے گزر رہے ہیں اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے ازالہ کی کوشش میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کی گنجائش نہیں یعنی کسی بھی صورت اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ عالم اسلام کے خلاف کی گئی سازشوں سے چشم پوشی کی جائے۔

مفردات القرآن کی لغوی تحقیق

سید الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو عربی زبان و ادب اس کے اسرار و موز، نحو و صرف، فصاحت و بلاغت اور فنی باریکیوں پر مکمل دسترس حاصل تھی آپ کی فصاحت و بلاغت اور عربی دانی کا خود عربوں نے اعتراف کیا ہے آپ کی زبان کی جاذبیت اور روانی کو عقیدت کی نظروں سے دیکھا ہے اس کے ادبی محاسن کا برملا اعتراف کیا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مفردات قرآنی کی لغوی تحقیق ان کے معنی کی تعین اور اردو زبان میں ان کے صحیح متبادل کی تلاش کرتے ہیں عربی زبان کے الفاظ اور تعبیر کو سمجھنے کا اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے ہیں قرآن مجید کی آیات کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے بعض الفاظ کی ایسی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں جس سے قرآن مجید کا اعجاز اور فصاحت و بلاغت کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور اس کیفیت سے آشنائی ہوتی ہے جو لفظ کے ساتھ اور انسانی زندگی کی نفسیاتی کیفیت سے بڑی مطابقت رکھتی ہے یہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی امتیازی خصوصیت ہے جو بہت کم اہل علم میں پائی جاتی ہے۔

قرآنی الفاظ کی لغوی تحقیق کا بہت بڑا سرمایہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تحریروں اور تقریروں میں موجود ہے لفظ کا مادہ اس کے قرآنی استعمال میں بلاغت و سعت گہرائی اور جامعیت، لفظ کا ہم معنی یا قریب المعنی الفاظ کی بجائے اسی لفظ کو لانے کی وجہ جیسے سوالات کے جوابات موجود ہیں اس طرح کے سوالات کے جوابات سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بہت خوبصورتی اور شائستگی سے دیے ہیں جس کے نتیجے میں پوری تابانی کے ساتھ قرآن کریم کا اعجاز آشکارا ہو جاتا ہے۔

فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لَيَنْتَفِقُنَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

کی تشریح اور توضیح کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ "نتفقہ" کی جامعیت اور حکمت کو بیان کیا ہے۔ وہ

لکھتے ہیں:

”عربی زبان میں ”سمجھنے“ کے لیے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں فہم، معرفت، تعقل لیکن تفقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کرنا، دین کے ذخیرہ پر عمیقانہ نظر رکھنا، زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکرنا۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

اس آیت میں لفظ ”سلم“ کا معنی عموماً اسلام سے کیا جاتا ہے لیکن اسلام کی بجائے لفظ ”سلم“ استعمال کرنے میں کیا حکمت و مصلحت ہے؟

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بظاہر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ ”فی السلم کی بجائے“ فی الاسلام ”کہا جاتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاؤ، مگر نہیں، یہاں ”سلم“ میں داخل ہونے کو کہا گیا یعنی خدا کے ساتھ تمہارا معاملہ فرمانبردارانہ، مصالحانہ، مطیعانہ اور مکمل ہونا چاہیے، عقائد میں بھی، فرائض و عبادات میں بھی، طرز معاشرت اور طریقہ زندگی میں بھی، تمہیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے احکام کا پابند ہونا چاہیے اور تعلقات میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ اللہ کے دشمن سے وفاداری اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق نہ ہو“

”اسلام“ کا لفظ ”سلم“ ہی سے نکلا ہے، عربی زبان اور لغت کے لحاظ سے اسلام کے معنی ہیں اپنے کو حوالہ کر دیا، سلنڈر کر دیا، اور اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو گیا اپنی ملکیت سے خواہش، مصالح و مفادات سے فوائد و ضرر میں فرق کے لحاظ اور احساس سے دستبردار ہو گیا، اپنے کو خدا کے احکام کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے کو بالکل سپرد کر دیا۔“

وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحَامَ

اس آیت میں لفظ ”تسألون“ کو باب تفاعل سے لا کر قرآن ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس حقیقت کی طرف کیے گئے اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قرآن مجید میں انقلابی طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے، پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہوں اور مسئولین دوسری طرف بلکہ جو سائل ہے وہ مسئول بھی ہے اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے ”تسأل“ مشترکہ سوال و جواب ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے، جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے“

إِذْ قَالَ لَبِيبُهُ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر و تشریح میں لکھتے ہیں:

”اس میں بیٹے، پوتے، نواسے، بھانجے سب شامل ہیں عربی کا لفظ ”بنیہ“ ان سب پر مشتمل ہے“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ”فرقان“ کا معنی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں

”میں مجبور ہوں کہ ”فرقان“ کا ترجمہ ”شان امتیازی“ سے کر رہا ہوں فرقان کا لفظ اتنا تبلیغ اور وسیع ہے کہ اس کا پورا مفہوم دوسری زبان میں ادا کرنا مشکل ہے“

جَعَلَ اللَّهُ الْكَفَّةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لفظ ”قیما للناس“ کے ترجمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ”قیما للناس“ کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا، میں نے جو اردو کے تراجم دیکھے ہیں، میں اس سے بھی مطمئن نہیں ہوں کہ ”قیما للناس“ کا اردو میں صحیح ترجمہ ہوا ہے لیکن میں اس کا مفہوم ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو لوگوں کی زندگی کا دار و مدار بنایا ہے“

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نُّجُوهُمْ إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ

اس آیت میں موجود لفظ ”معروف“ کے متعلق سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”معروف“ بھی قرآن مجید کا ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا یعنی معقول و مستحسن بات، جو چیز عرف عام میں عرف میں داخل ہے اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں“

اردو میں وارد عربی کے الفاظ کی تفسیر

انسانی قافلوں تہذیبوں اور افکار و خیالات کی طرح الفاظ کا بھی تاریخی سفر ہوتا ہے جب ایک زبان کے الفاظ دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں تو سفر طے کرتے ہوئے اپنی طاقت اور تازگی کو دیتے ہیں خارجی اور مقامی اثرات قبول کر لیتے ہیں عربی زبان کے بہت سے الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کو صحیح مفہوم و معنی میں سمجھنا دشوار ہو گیا ہے اور ان میں وہ زور اور طاقت باقی نہیں رہی جو اصل زبان میں تھی قرآن مجید کے وہ الفاظ جو اردو زبان میں استعمال ہوئے ہیں ان کا مفہوم لوگوں کے ذہن و خیال میں وہ نہیں ہوتا جس مفہوم میں قرآن میں ان کا استعمال ہوا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ایسے الفاظ کی تفصیل سے تشریح کی ہے جس سے ان الفاظ کا حقیقی مفہوم پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

وَ كُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ

اس آیت کے ضمن میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ ”جاہلیت“ کی تشریح کی ہے وہ لکھتے ہیں:

”سیرت نگاروں نے لفظ ”جاہلیت“ کو صرف ان عربوں کے ساتھ محدود کر دیا ہے جو زمانہ رسالت سے پہلے گزرے تھے لیکن حقیقت میں وہ جاہلیت صرف عربوں کے لیے مخصوص نہ تھی وہ ایک عمومی جاہلیت تھی ہر طرف اور ہر سو چھائی ہوئی جاہلیت تھی وہ ذہنیت و عقلیت پر طاری تھی فکر و خیال پر حکمران تھی عقیدہ و عمل پر حاوی تھی اس کے اثرات گہرے اور جڑیں مضبوط تھیں“

لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لفظ ”قوم“ کی وضاحت اس طرح کی ہے:

”قوم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مسلمان ایک قوم ہے ہندو ایک قوم ہے اس کے لیے عربی میں ”شعوب“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں قوم کے معنی ہیں انسانوں کا مجموعہ انسانی جماعتیں تو اپنی قوم کا مطلب یہ نہیں کہ ہندوستانی ہندوستانیوں کو جا کر سمجھائیں عرب عربوں کو سمجھائیں بنگالی بنگالیوں کو جا کر سمجھائیں بلکہ جہاں سے آئے ہو اپنے اپنے خاندانوں کو، محلے والوں کو، گاؤں والوں کو، قصبے والوں کو برادری والوں کو جا کر سمجھائیں۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اس آیت کی تشریح میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ”تقویٰ“ کے رائج اور حقیقی مفہوم دونوں پر روشنی ڈالتے

ہوئے لکھتے ہیں:

”ہمارے یہاں ”متقی“ کا معنی ہے بڑا عبادت گزار راتوں کو بہت کم سوتا ہو اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہے اور نہ کھاتا ہو اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو تو وہ اور بڑا متقی ہے اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو نماز ہی میں اس کا دل لگتا ہو جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو وہ اور بڑا متقی ہے اور ذرا سی چیز میں شبہ سے بچتا ہو متقی ہے۔ لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے ”تقویٰ“ کے معنی زیادہ عبادت گزار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں عربی زبان میں تقویٰ ایک مستقل صفت کا نام ہے تقویٰ عبادت کا نام نہیں، تقویٰ خوف خدا کا نام ہے تقویٰ تلاوت یا تسبیح کا نام نہیں، تقویٰ ایک مستقل صفت ہے، تقویٰ ایک مزاج ہے، تقویٰ ایک ملکہ ہے، تقویٰ ایک طبیعت ہے۔“¹

خاتمہ البحث:

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ بر صغیر یعنی پاک و ہند کی ایک ممتاز اور غیر معمولی شخصیت تھے جن کو ایک صدی کی شخصیت کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے جس صدی میں سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی حیات و وفات ہے وہ صدی بر صغیر کی تاریخ میں باقی صدیوں کی نسبت مختلف حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس صدی میں بر صغیر کو یورپ کے جدید اور ترقی یافتہ تمدن سے واسطہ پڑا جس نے بر صغیر کی تمدنی اور اخلاقی اقدار پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ مغربی اقتدار کی ظالمانہ پالیسیوں اور حق تلفیوں کے جواب کے طور پر ساکنان بر صغیر میں جذبہ حریت کو فروغ حاصل ہوا جذبہ حریت کی وجہ سے بر صغیر میں انقلاب کا راستہ ہموار ہوا۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی زندگی اور ذہنی نشوونما کی تشکیل ان خاص حالات میں ہوئی، انہوں نے حالات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا اور سمجھا اور ان میں مثبت اور تعمیری رویہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا انہوں نے سادہ دل مشرق اور شارب و ہوشیار مغرب کی کشش کو دیکھا اور سمجھا، مغربی اقتدار کا خاتمہ بھی ان کے مشاہدے میں تھا آزادی کے بعد انقلاب کے مراحل کو بھی غور و فکر سے دیکھا۔ پھر ایک عالم دین، حساس دل رکھنے والے، دانش مند، داعی حق اور ملت اسلامیہ کے درد مند فرزند کی حیثیت سے وقت کے تقاضوں کو سمجھنے اور اعلیٰ اقدار کی حامل زندگی کو استوار کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے عملی میدان میں داخل ہوئے اور اپنی فکر و عمل سے ایک عظیم مفکر، معلم اور مصلح کی ذمہ داری انجام دی۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ممتاز مفکر و مصلح، کامیاب معلم و مربی اور با اثر صاحب قلم تھے انہوں نے قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب کو سمجھا ہندوستان کے غلامانہ دور کی پریشانیوں اور پسماندگی کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ نئی حاصل ہونے والی آزادی کی مشکلات، فرقہ وارانہ اور طبقاتی کشمکش کے مناظر دیکھ کر ملک و قوم کو بربادی سے بچانے کے جذبہ کے حامل بنے مسلمانوں کی کامیابی اور اصلاح کی مفید صورتوں سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے لیے قدیم و جدید وسائل کا مفید طریقہ کار اخذ کیا۔ قوم و ملت کی خیر خواہی کے جذبہ کے طور پر انہوں نے بہت سے اہم مسائل حل کیے قوم کے دانشور اور رہبر آپ کی عالمانہ اور فاضلانہ سوچ سے بہت متاثر ہوئے۔

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ملت کی سماجی اور سیاسی ضرورتوں اور تقاضوں پر ان کی اہمیت کے مطابق نظر رکھتے تھے۔ کام کرنے والوں کے درمیان طریقہ کار اور نقطہ نظر کا جو فرق ہوتا اس کو اختلاف اور کشمکش کا موضوع بنانے کی بجائے اپنا ضروری تعاون دیتے تھے۔ متعدد الفکر جماعتوں کے ساتھ تائید و تعاون کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان کی اپنی رائے نہیں تھی بلکہ وہ محض ملت کی بقا و ترقی کی مصلحت کی خاطر چھوٹی اور انفرادی مصلحتوں کو نظر انداز کر کے بڑی مصلحت کے لیے تائید و تعاون کرتے تھے۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سماجی اور ملی مسائل میں نبوی طریقہ اپنانے کی کوشش کرتے کہ مخاطب سے اس کی زبان اور

فہم کے مطابق گفتگو کی جائے مخلصانہ اور ہمدردانہ انداز میں اصل مرض کو سامنے رکھتے ہوئے معالجہ جذبہ سے بات کی جائے۔ سید الحسن علی ندوی رحمہ اللہ نرم مزاج، کشادہ دل، حلیم و بردبار، متواضع و عاجز اور اپنے بڑوں کی رائے کا احترام حد سے زیادہ کرتے تھے۔ لیکن انسانیت کو درپیش مسائل اور آزمائش کے وقت وہ اپنے موقف پر بالکل غیر چلدار رویہ اختیار فرماتے دوسرے مفکرین کے نظریات اور خیالات ان کو کبھی متزلزل نہ کرتے وہ جس بات کو حق سمجھتے اسی کو ہی حق کہتے اور اسی پر ثابت قدم رہتے۔ تقسیم ہند کے بعد بعض زعماء ملت نے ہندوستانی تہذیب کے اختیار کرنے اور ہندوستانی دیوتاؤں کی تعظیم کا آواز بلند کیا جس سے اسلامی تہذیب و تمدن کو خطرہ پیدا ہو گیا تو مولانا نے مسلمانوں کے تشخص کے استحکام و بقا اور اتباع شریعت اور مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی حفاظت کے لیے آواز کو بلند کیا۔ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے مسکنی، نظریاتی اور گروہی اختلافات سے بلند ہو کر ہندوستان کی صورتحال کا مشاہدہ کیا۔ زندگی کی لازوال اقدار کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا اور ایک ایسے ملک میں جو مختلف مذہبوں، مختلف تہذیبوں، مختلف ثقافتوں اور مختلف قوموں کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں الگ حیثیت رکھتا ہے جینے کا سلیقہ اور رہنے کے آداب بتائے۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

حوالہ جات